۳۳۔جمع القرآن

۱/۳۳ جمع قرآن تفاسیر کے آئینے میں۔

قرآن فہمی کے راستے میں ایک بڑی رکاوٹ یہ عقیدہ بھی ہے جو قرآن کریم کے متعلق مسلمانوں کو وراثتاً ملتا چلا آ رہا ہے کہ جب رسول اکرم کی وفات ہوئی تو قرآن کریم ابھی کتابی شکل میں نہیں آیا تھا۔ بلاترتیب پراگندہ صورت میں ہڈیوں پتوں اور چمڑے کے ٹکڑوں پر لکھی ہوئی کچھ آیتیں کسی صحابی کے پاس تھیں اور کچھ آیتیں کسی کے پاس آخر ۱؎ جب جنگ یمامہ میں بہت سے حافظ شہید ہو گئے۔ تو حضرتِ ابوبکرؓ نے حکم دیا قرآن کو جمع کیا جائے۔

چنانچہ حضرتِ عثمانؓ کو قرآن کریم کے جمع و ترتیب کی خدمت سپرد کی گئی۔ انہوں نے اپنی نگرانی میں یہ کام حضرتِ زیدؓ سے کروایا۔ جنہوں نے انتہائی عرق ریزی کے ساتھ آیت آیت کر کے جمع کیا۔ لیکن جب اس طرح تلاشِ بسیار کے بعد قرآنِ کریم جمع ہو گیا تو حضرتِ زیدؓ کا کہنا ہے کہ دو آیتیں کم تھیں ایک آیت سورہ توبہ کی اور ایک سورہ احزاب کی جو مزید تلاش کے بعد حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری کے گھر سے ملیں ۲؎

۱؎ ہمارے اس بیان میں قرآن محل کراچی کی مطبوعہ مترجم بخاری شریف جلد دوم صفحہ ۹۸۹ سطر ۲۷۔۲۸ پر حضرت زید صحابیؓ کی طرف منسوب کردہ یہ الفاظ شاہد ہیں کہ: "حضرت ابوبکرؓ نے مجھ سے کہا کہ تم ایک جوان آدمی ہو۔ تم کو متہم بھی نہیں کر سکتے اور اور تم رسول اللہ سلام علیہ کے لئے وحی لکھتے تھے۔ اس لئے قرآن کو تلاش کر کے جمع کرو"۔

۲؎ اس بیان کی تصدیق مذکورہ بخاری شریف جلد دوم کے صفحہ ۹۹۰ پر موجود ہے۔

حضرت زیدؓ کہتے ہیں: میں قرآن کو کھجور کے پتوں، پتھر کے ٹکڑوں اور لوگوں کے سینوں سے جمع کرنا شروع کیا۔ یہاں تک سورہ توبہ کی آخری آیت میں نے ابوخزیمہ انصاری کے پاس پائی۔ صفحہ ۹۹۱ پر حضرت زیدؓ ہی کی طرف سے منسوب کردہ الفاظ ہیں: میں مصاحف کو نقل کرتے وقت سورہ احزاب کی ایک آیت نہ پائی ہم نے اسے تلاش کیا تو وہ آیت مجھے حضرت خزیمہؓ بن ثابت انصاری کے پاس ملی۔

۲/۳۳۔ قرات کے اختلافات تفاسیر کی رو سے۔

یہ تو ہوئی روایات کی رو سے جمع القرآن کی صورت! اب اس کی قرات کی حالت ملاحظہ فرمائیں:

قرآنِ کریم کی قرات کے متعلق یہ تصور دیا گیا ہے کہ رسول اکرم سلامٌ علیہ کے زمانے میں قبیلے قبیلے کی قرات قرآن میں بھی اختلافات موجود تھے۔ چنانچہ جب اپنے دور خلافت میں حضرت عثمانؓ صحیفہ حفصہؓ سے نقل کروانے لگے۔ تو حضرت زید بن ثابتؓ ' عبداللہ بن زبیرؓ سعید بن عاص اور عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام کو حکم دیا تو ان لوگوں نے اس کو مصاحف میں نقل کیا۔ اور حضرتِ عثمانؓ نے ان تینوں قریشیوں کو کہا کہ جب تم میں اور زید بن ثابتؓ میں کہیں (قرات) قرآن میں اختلاف ہو تو اس کو قریش کی زبان میں لکھو"۔ (بخاری شریف مترجم مطبوعہ قرآن محل کراچی جلد دوم صفحہ ۹۹۔۱۹۹)

۳/۳۳-اعراب کا اختلاف:

محترم مودودی صاحب نے ترجمان القران جون ۱۹۵۹ء کے صفحہ ۴۵ پر لکھا ہے کہ: "جس رسم الخط میں ابتداً نبی صلعم نے وحی کی کتاب کرائی تھی اور جس میں حضرت ابو بکرؓ نے پہلا مصحف مرتب کرایا اور حضرت عثمانؓ نے جس کی نقل بعد میں شائع کرائی اس کے اندر نہ صرف یہ کہ اعراب نہ تھے۔ بلکہ نقطے بھی نہیں تھے کیونکہ اس وقت یہ علامات ایجاد نہ ہوئی تھیں"۔ آپ نے لکھا ہے کہ اعراب اور نقطے دورِ بنوامیہ میں حجاج بن یوسف نے لگوائے تھے۔ بالفاظ دیگر تاثر یہ دیا گیا ہے کہ زمانہ رسالت وخلافت میں ہر قبیلہ اپنی اپنی منشاء کے اعراب اوران کے نقطے پڑھا کرتا تھا العیاذ باللہ! لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب اعراب اور نقطے جو قرات کے اختلافات کو ختم کرنے کا واحد ذریعہ ہیں' حضرت عثمانؓ نے ان کے بغیر قراتِ کے اس مشہور معروف اختلاف جس کی بنا پر آج بھی ایک فرقہ وضو میں پیروں کو دھوتا ہے اور ایک مسح کرتا ہے قریش کی زبان میں ارجلکم لکھوایا تھا یا ارجلکم بلکہ اعراب ونقاط کے بغیر اس لفظ کی شکل یہ ہے "ارحلکم"۔

المختصر! اقتباسات بالا سے واضح ہوا کہ مروجہ تفاسیر کی رو سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اکرم

نے قرآنِ کریم کو کتابی شکل نہیں دی تھی- آپ نے اپنے زمانے میں کچھ کاتبوں سے وحی کی کتابت کروائی تھی- لیکن اس کی شکل یہ تھی کہ وہ ہڈیوں پتوں اور پتھروں پر لکھی ہوئی تھی پراگندہ صورت میں مختلف صحابہؓ کے ہاں پڑی ہوئی تھی- جسے حضرت عثمانؓ نے زیدؓ بن ثابت کے ذریعہ تلاش کروا کر جمع کیا- لیکن قرآنِ کریم اس نظریے کا مطلقاً حامل نہیں- وہ نہیں مانتا کہ وہ زمانہ رسالت میں ہڈیوں پتوں اور پتھروں پر لکھا ہوا پراگندہ اور بے ترتیب صورت میں پڑا ہوا تھا-

۴/۳۳- قرآن کہتا ہے کہ وہ زمانہ رسالت میں صحیح کتابی صورت میں باریک جھلی کے کاغذوں پر سطر وار لکھا ہوا تھا-

ارشاد باری ہے:

والطور○ وکتب مسطور○ فی رق منشور○ ۱ تا۳/ ۵۲-

(مفہوم) اس کتاب کی شہادت ہے جو طور پر الواح میں لکھی گئی تھی ۱۴۵/ ۷- اور اس کتاب کی شہادت ہے جو جھلی کے کشادہ کاغذوں پر سطر وار لکھی ہوئی ہے- اب بتایئے! قرآنِ کریم کی اس واضح شہادت کے بعد کیا یہ چیز تسلیم کی جا سکتی ہے کہ سرور عالم سلامٌ علیہ کے زمانے میں قرآنِ کریم ہڈیوں اور پتوں پر لکھا جاتا تھا- اور کیا ہڈیوں یا پتوں کے بھرے ہوئے ٹوکرے یا بوری کو کتاب کہا جا سکتا ہے؟

۵/۳۳- قرآنِ کریم کو خود رسول سلامٌ علیہ اکرم اپنے دستِ مبارک سے لکھا کرتے تھے-

ارشادی باری ہے:

وما کنت تتلوا من قبلہ من کتب ولا تخطہ بیمینک اذالا رتاب المبطلون○ ۴۸/ ۲۹-

(مفہوم) اے رسول! آپ اس کتاب قرآن کریم کے نزول سے پہلے نہ کسی کتاب کو پڑھا کرتے تھے- اور نہ کسی کتاب کو اپنے داہنے ہاتھ سے لکھا کرتے تھے-

غور فرمایئے گا! کہ اس آیت مجیدہ میں آپ کے متعلق عدم تلاوت اور عدم تلاوت اور عدم کتاب دونوں چیزوں کی تصور معطوف' معطوف علیہ کی صورت میں نزولِ قرآنِ کریم سے پہلے کے متعلق دیا گیا ہے جس سے بالصراحت ثابت ہوا کہ رسولِ اکرم اس کتاب قرآنِ کریم کے نزول کے بعد اس کو پڑھا بھی کرتے تھے اور داہنے ہاتھ سے بھی لکھا کرتے تھے۔

۶/۳۳-قرآنِ کریم کا نسخہ امام-

اور حضور سلامٌ علیہ کے اپنے دستِ مبارک کا لکھا ہوا قرآنِ کریم ہی وہ نسخہ امام تھا' جو ہر وقت آپ کے پاس موجود رہتا تھا اور جس کی طرف اشارہ کر کے حضور سلامٌ علیہ ارشاد فرمایا کرتے تھے:

واوحی الی ھذا القران ۶/۱۹-

اور میری طرف یہ القرآن وحی کیا گیا ہے۔

غور فرمایئے گا! کہ ہذا اسم اشارہ قریب ہے جو موجود شے کے لئے آتا ہے-اگر قرآنِ کریم کتابی شکل میں موجود نہ ہوتا تو ہذا القرآن کے الفاظ کبھی نہ آتے -کیونکہ جب آپ یہ فرمایا کرتے تھے کہ میری طرف یہ قرآن وحی کیا گیا ہے-تو اگر قرآنِ کریم کا مکتوب نسخہ کتابی شکل میں آپ کے پاس موجود نہیں تھا تو مخاطب کہہ سکتے تھے کہ بتایئے گا وہ کون سا قرآن ہے جو آپ پر نازل ہوا ہے-تو اس وقت آپ کا جواب انتہائی مضحکہ خیز ہوتا اگر آپ ہڈیوں پتوں کے ٹوکرے کی طرف اشارہ فرماتے کہ میری طرف وحی کیا گیا ہے-

۷/۳۳- قرآنِ کریم کے متعدد نسخے اس نسخہ امام سے روزانہ آپ کی نگرانی میں نقل ہوا کرتے تھے-

قرآنِ کریم کی روازنہ کتابت کے متعلق خداوند تعالیٰ نے خود مخالفین رسول سلامٌ علیہ کی شہادت پیش کی ہے:

وقالوا اساطیر الاولین اکتتبھا فھی تملی علیہ بکرۃ واصیلاo

-۲۵/۵

(مفہوم) اور مخالفین رسول کہتے ہیں کہ یہ قرآن پرانے لوگوں کی کہانیاں ہیں- جنہیں محمد

نے دل سے گھڑ کر خود لکھ لیا ہے- اور پھر یہ اس کی نگرانی میں صبح شام (یعنی روزانہ بدستور) املا کرایا جاتا ہے-

اس آیت مجیدہ میں رسول اکرم سلام علیہ کے متعلق مصدر اکتتاب کی خبر دی گئی ہے- عربی دان حضرات خوب جانتے ہیں کہ اس اکتتاب کا معنی ہے اپنے دل سے گھڑ کر اپنے ہاتھ سے لکھنا ہے یہ ہے آنحضور سلام علیہ کے نسخہ امام کے متعلق قرآنی شہادت کہ اسے تو آپ اپنے دستِ مبارک سے لکھا کرتے تھے- اور اس کے بعد اس نسخہ سے روزانہ آپ کی نگرانی میں املا کرائی جاتی تھی- ۱ املا کا قاعدہ یہ ہے کہ ایک شخص بولتا جاتا تھا اور بہت سے لکھنے والے لکھتے جاتے تھے- نیز تملی علیہ کے الفاظ سے بالوضاحت ثابت ہے کہ یہ املا کا کام رسول اکرم کی نگرانی میں کیا جاتا تھا- یعنی املا کئے ہوئے نسخوں کی تحریر کو حضور خود ملاحظہ فرما کر ان کی تصحیح فرمایا کرتے تھے- ۲

المختصر! قرآن کریم کی اپنی شہادت کے مطابق وحی کی کتابت کا کام اس طرح ہوا کرتا تھا کہ جس قدر وحی نازل ہوتی اسے رسول اکرم خود دستِ مبارک سے نسخہ امام میں لکھا کرتے تھے- اور اس کے بعد اس نسخہ امام سے قرآنِ کریم کے متعدد نسخوں کی روزانہ املا جاری رہتی تھی- اس طرح خود رسولِ اکرم کی زندگی ہی میں آنحضرت کے امام نسخے کے علاوہ متعدد مزید نسخے تیار ہو چکے تھے- جنہیں آنحضرت نے اپنی سلطنت کے جملہ مراکز کے علاوہ بیرونِ سلطنت بھی بہت سے نسخے بھیج کر " یاایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا " ۷/۱۵۸ کے مقدس اعلان کی عملی تصدیق فرما کر ثابت کر دیا تھا کہ لوگو میں پوری نوعِ انسانی کی طرف رسول ہو کر آیا ہوں- ۸/۳۳

---

۱ اسی املا کی شہادت سورہ قلم میں موجود ہے: والقلم وما یسطرون ○ ۶۸/۱- اے نبی! قلم اور قرآن کی شہادت ہے جسے کاتب سطروار لکھتے ہیں-

۲ روایات کا کہنا ہے کہ حضور سلام علیہ ان پڑھ یعنی معاذ اللہ جاہل تھے لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے- حالانکہ ۹۶/۳-۴ میں حضور ہی کو مخاطب کر کے کہا گیا ہے اقرا و ربک الاکرم ○ الذی علم بالقلم- اے رسول! پڑھیئے گا! حقیقت یہ ہے کہ آپ کا رب کرم وہ ہے جس نے آپ کو قلم کے ساتھ تعلیم دی ہے- اب ظاہر ہے قلم کے ساتھ لکھنا ہی سکھایا جاتا ہے- قلم کے ساتھ گھڑ دوڑ یا تیر اندازی نہیں سکھائی جاتی-

آنحضرت سلام علیہ خود بھی حافظ قرآن تھے اور آپ نے متعدد مزید حافظ قرآن بنائے بھی تھے۔ رسول اکرم کے حافظے کی یہ کیفیت تھی کہ نزول وحی کے ساتھ ہی قران کریم آپ کو حفظ ہو جاتا تھا جیسا کہ ارشاد باری ہے: سنقرئک فلا تنسی ۶/۸۷ "یقیناً ہم ہی آپ کو پڑھاتے ہیں پھر آپ ہرگز نہیں بھولتے" اس آیت مجیدہ کی شہادت کے مطابق حضور خود بھی حافظِ قرآن تھے۔ اور مزید مومن حفاظ کی خبر آیت ذیل میں دی گئی ہے:

بل ھوایت بینت فی صدور الذین اوتوا العلم ۲۹/۴۹۔

(مفہوم) یہ قرآنِ کریم جو واضح آیات مجیدہ پر مشتمل ہے ان مومنوں کے صدور مبارک میں موجود و محفوظ ہے جنہیں علم (قرآنِ کریم) دیا گیا ہے۔[1] پس آیاتِ بالا سے ثابت ہوا کہ رسولِ اکرم نے قرآنِ کریم کو کتابی شکل میں محفوظ کر دیا تھا۔ اسکے خود بھی حافظ تھے اور صحابہؓ کی اکثریت کو بھی حافظِ قرآن بنادیا تھا۔

فلہٰذا ترجمہ و تفسیر زیرِ نظر میں اس قرآنی مسلمہ کو بھی سامنے رکھا گیا ہے کہ قرآنِ کریم زمانہ رسالت ہی میں موجودہ کتابی شکل میں محفوظ تھا۔ اس کا متن اعراب' نقطے' وقفے اور ترتیب جو رسولِ اکرم کے دستِ مبارک کے لکھے ہوئے قرآنِ کریم کے نسخہ امام کی تھی۔ اور جو خود رسولِ اکرم سلامؑ علیہ کے صدور پرنور میں موجود تھا۔

۹/۳۳۔ ترتیب قرآنِ کریم۔

مروجہ تفاسیر کا کہنا ہے کہ قرآن کریم کی موجودہ ترتیب حضرت عثمانؓ کی دی ہوئی ہے لیکن قرآنِ کریم اس نظریے کو بھی قبول نہیں کرتا سابقہ صفحات میں آیات قرآنی کی رو سے ثابت کیا جا چکا ہے کہ قرآن کریم کو خود رسول اکرم' اس کے نزول کے ساتھ ہی ساتھ کتابی شکل میں لکھ لیا کرتے تھے' تو اس طرح حضرت عثمانؓ کے متعلق قرآنِ کریم کے جمع کرنے کا نظریہ ہی سرے سے غلط ہے۔ کیونکہ آنحضرت نے قرآنِ کریم کو ایک سیکنڈ کے لئے بھی پراگندہ صورت میں نہیں چھوڑا

---

[1] زمانہ رسالت کے سارے مومن اولین اوتوالعلم تھے۔ لیکن سب کے سب حافظِ قرآن نہیں تھے۔ ان کے لئے بلا استثنٰی جمع کا صیغہ آنا' صحابہ کرام میں حفاظ کی اکثریت کی خبر دیتا ہے۔

تھا- تو اس طرح جب قرآن کریم منتشر اور پراگندہ تھا ہی نہیں تو حضرت عثمانؓ یا کسی اور صحابیؓ کے جمع کرنے کا تصور تک ختم ہو جاتا ہے-

تو اب جبکہ ثابت ہو چکا کہ اسے خود رسولِ اکرم سلام علیہ نے کتابی صورت دی تھی- تو اس کے بعد یہ سوال سامنے آتا ہے- کہ آنحضرت سلام علیہ نے اسے کس ترتیب کے ساتھ لکھا تھا؟ اس کا جواب بھی نہایت آسان ہے کہ آپ نے اسے بالکل اسی ترتیب سے لکھا تھا جس ترتیب کے ساتھ خود آپ کے صدرِ مبارک میں محفوظ تھا اور جس ترتیب سے آپ نے صحابہؓ کے کثیر التعداد حفاظ کو حفظ کروا رکھا تھا-

یاد رہے کہ ترتیب کے بغیر کسی چھوٹی سی کتاب کو بھی حفظ نہیں کیا جا سکتا- چہ جائیکہ مروجہ تفاسیر کا دیا ہوا یہ تصور قبول کر لیا جائے قرآن کریم رسول اکرم اور کثیر التعداد صحابہؓ کو حفظ بھی تھا اور بے ترتیب بھی تھا- العجب ثم العجب-

۱۰/۳۳- حفظ ترتیب کا چولی دامن کا ساتھ ہے:

جس حالت میں یہ امر مسلم ہے کہ ترتیب کے بغیر حفظ ممکن نہیں- اور یہ امر بھی مسلم ہے کہ رسولِ اکرم اور متعدد صحابہؓ حافظ بھی تھے- تو بالصراحت ثابت ہو چکا کہ قرآنِ کریم کی ترتیب اس کے اولین حافظ خود رسولِ اکرم کے صدرِ مبارک میں بصورتِ حفظ موجود تھی اسی ترتیب کو آپ نے کتابی صورت میں بشکل مشہود لکھ کر محفوظ کر لیا- (حضور کے صدرِ مبارک میں قرآن کی ترتیب کس نے دی تھی- اس کا جواب عنوان ۱۱/۳۳ میں ملاحظہ فرمائیں- قرآنِ کریم آنحضور کی لکھی ہوئی کتاب ہے جس میں کوئی بڑے سے بڑا دشمن بھی زیر زبر تک میں تغیر و تبدل نہیں کر سکا کیونکہ اس کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے لے رکھا ہے:

انا نحن نزلنا الذكر وانا له لحفظون ۱۵/۹ –

تحفظِ ناموسِ رسالت و صحابہؓ:

روایات کا دیا ہوا یہ تصور کہ رسولِ مقبول نے اپنی زندگی میں قرآنِ کریم کو مرتب نہیں فرمایا تھا بلکہ اسے آیات کی صورت میں پراگندہ حالت میں چھوڑ گئے تھے' ناموسِ رسالت کو بہت بری

طرح داغدار کرتا ہے- کہ آپ کو جو ضابطہ حیات قیامت تک پوری نوع انسانی کے لئے دیا گیا تھا' آپ اس ضابطے کو اس پراگندہ حالت میں چھوڑ گئے- کہ معاذ اللہ! اسے آپکے بعد صحابہ رضی اللہ عنہ کو مرتب کرنا پڑا اور اس کے بعد پھر اس نظریہ کی بدولت ناموسِ صحابہؓ بھی محفوظ نہیں کیونکہ بقول روایات انہوں نے قرآنِ کریم کو اس طرح الٹ پلٹ کر رکھ دیا کہ جو آیت سب سے پہلے نازل ہوئی تھی اسے تیسویں پارہ میں رکھا اور جو سب سے اخیر پر اتری تھی' اسے کتاب کے ابتدائی میں رکھا- یا پھر معاذ اللہ معاذ اللہ نہ اعراب نہ نقطے یعنی صحابہؓ کے مرتب کردہ نسخہ ہائے قرآن کے الفاظ پر نہ صرف یہ کہ زیریں' زبریں نہیں تھیں بلکہ نقطے بھی نہیں تھے- دوسری طرف بخاری شریف میں مذکور ہے کہ آنحضور سلام علیہ کا ارشاد ہے قرآن کریم سات قراءتوں پر نازل ہوا ہے یعنی اس کی سات قسم کی زیریں' زبریں نازل ہوئی تھیں العیاذ باللہ!

۱۱/۳۳-قرآنِ کریم کی ابتدا کہاں سے ہوئی؟

روایات کا کہنا ہے کہ سب سے پہلے سورہ علق کی ابتدائی آیات کریمات کا نزول ہوا تھا- چنانچہ بخاری شریف مطبوعہ قرآن محل کراچی جلد اول کی کتاب الوحی صفحہ ۸ا پر حضرت حارث بن ہشامؓ کی روایت درج ہے کہ انہوں نے رسول سلامؑ علیہ سے دریافت کیا کہ آپ کے پاس وحی کس طرح آتی ہے تو رسول اللہ نے فرمایا کہ کبھی میرے پاس گھنٹی کی آواز کی طرح آتی ہے اور وہ مجھ پر بہت سخت ہوتی ہے- اور جب میں اسے یاد کر لیتا ہوں جو اس نے کہا تو وہ حالت مجھ سے دور ہو جاتی ہے حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ میں نے سخت سردی کے دنوں میں آپ پر وحی نازل ہوتے ہوئے دیکھا پھر جب وحی موقوف ہو جاتی تو آپ کی پیشانی سے پسینہ بہنے لگتا-

آگے بڑھنے سے پہلے روایت بالا پر قرآنِ کریم کی روشنی میں غور فرما لیں:

۱- ۲/۹۷ میں ارشاد ہوا ہے: ☆ فانہ نزلہ علی قلبک -پس بلاشبہ (جبریل.............ایک مخصوص ملک جو انبیاء سلام علیم پر صحفِ ربانی پہنچانے کے لئے مقرر کیا گیا تھا) قرآنِ کریم کو آپ کے قلبِ اطہر پر نازل کرتا تھا لیکن گھنٹی کی آواز کانوں سے سنی جا سکتی ہے قلب سے نہیں- فلہٰذا وحی الٰہی کے گھنٹی اور گھڑیال کی صورت میں نازل ہونے کا تصور قرآن کریم کے خلاف ہے-

۲- دوسرے نمبر پر سورہ طہٰ میں ارشاد ہوا: ☆ ما انزلنا علیک القرآن لتشقی ٥ ۲/۲۰- ہم نے آپ پر قرآن اس لئے نازل نہیں کیا کہ آپ سختی یا تکلیف پڑ جائیں فلہٰذا آپ کے لئے نزولِ وحی کا موجب تکلیف ہونا بھی قرآنِ کریم کے خلاف ہے۔

۳- تیسرے نمبر پر خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: سنقرئک فلا تنسیٰ ۸۷/۶- بے شک ہم آپ کو پڑھاتے ہیں پھر آپ بھولتے نہیں- اس آیت مجیدہ کی رو سے آنحضور وحی نازل ہوتے ہی حافظ ہو جایا کرتے تھے فلہٰذا آپ کے لئے قرآنِ کریم حفظ کرنے کی تکلیف و مشقت کے نظریہ کا بھی قرآنِ کریم حامل نہیں۔

۴- چوتھے نمبر پر وحی کے وقت زور سردی کے دنوں میں پسینہ کا آ جانے کا تصور بھی ۲۰/۲ کے خلاف ہے- جس میں کہا گیا ہے کہ ہم نے قرآن کریم کو اس لئے نازل نہیں کیا کہ آپ کے لئے موجب تکلیف ہو- حالانکہ ظاہر ہے کہ زور سردیوں میں پسینہ معمولی مشقت میں نہیں آتا- بلکہ انتہائی جانکاہ مشقت کے بعد ہی آتا ہے اب آگے بڑھیے:

حضرت عائشہؓ ہی کی روایت سے صفحہ نمبر ۸۲ پر منقول ہے کہ: سب سے پہلی وحی جو رسول اللہ پر اترنی شروع ہوئی وہ اچھے خواب تھے جو بحالتِ نیند آپ دیکھتے تھے- چنانچہ جب بھی آپ خواب دیکھتے تو صبح کی روشنی میں ظاہر ہو جاتا- پھر تنہائی سے آپ کو محبت ہو گئی-۱ اور غارِ حرا میں تنہا رہنے لگے-۲ اور قبل اس کے گھر والوں کے پاس آنے کا شوق ہو- وہاں تحنث کیا کرتے-

---

۱-۲ اس روایت سے غارِ حرا میں خلوت گزینی کا نظریہ حضور کی طرف رہبانیت پسندی کا انتساب کرتا ہے- جو آپ پر بہتان محض ہے کیونکہ آنحضور کی قبل نبوت کی زندگی کے متعلق سورہ نجم میں بتایا گیا ہے: ماضل صاحبکم وما غوی ۵۳/۲- لوگو! آپ کا ساتھی نہ گمراہ ہوا ہے نہ بہک گیا ہے- اس آیت سے ثابت ہوتا کہ آپ نوعِ انسانی کے دکھ سکھ کے ساتھی تھے- اور یہ ساتھ کنج تنہائی میں بیٹھنے کا نام نہیں- معاشرہ کے دکھیا انسانوں کی خدمت کرنے کا نام ہے- آپ کی صحیح تعریف تو روایت بالا کے الفاظ میں بھی موجود ہے کہ آپ کنج تنہائی مین رہبانیت کے عامل نہیں تھے بلکہ صلہ رحمی فرماتے تھے ناتوانوں کے بوجھ اٹھاتے تھے- محتاجوں کے لئے کماتے تھے اور مہمانوں کی مہمان نوازی کرتے تھے- اور ظاہر ہے کہ یہ اعمال کسی کنج تنہائی میں سرانجام نہیں دیے جا سکتے بلکہ معاشرہ میں ناتوانوں اور محتاجوں کی شبانہ روز خدمت کرنے سے انجام پذیر ہوتے ہیں-

تحنث سے مراد ہے کئی راتیں عبادت کرنی - اوراس کے لئے توشہ لیتے - یہاں تک کہ جب وہ غار حرا میں تھے حق آیا- چنانچہ ان کے پاس فرشتہ آیا اور کہا پڑھ آپ نے فرمایا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں- آپ بیان کرتے ہیں کہ مجھے فرشتے نے پکڑا- اور مجھے زور سے دبایا- یہاں تک کہ مجھے تکلیف محسوس ہوئی پھر مجھ کو چھوڑ دیا اور کہا پڑھ- میں نے کہا پڑھا ہوا نہیں ہوں- پھر دوسری بار مجھے پکڑا زور سے دبایا- یہاں تک کہ میری طاقت جواب دینے لگی- پھر مجھے چھوڑا اور کہا پڑھ- میں نے کہا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں آپ فرماتے ہیں پھر تیسری بار پکڑ کر مجھے زور سے دبایا پھر چھوڑ دیا اور کہا پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے انسان کو بستہ خون سے پیدا کیا- پڑھ اور تیرا رب سب سے بزرگ ہے- رسول اللہ سلام علیہ نے اس کو دہرایا- اس حال میں آپ کا دل کانپ رہا تھا- چنانچہ حضرت خدیجہؓ بنت خویلد کے پاس آئے اور فرمایا مجھے کمبل اوڑھادو مجھے کمبل اڑھادو تو لوگوں نے کمبل اڑھادیا- یہاں تک کہ آپ کا ڈر جاتا رہا- حضرت خدیجہؓ سے سارا واقعہ بیان کیا- مجھے اپنی جان کا ڈر ہے حضرت خدیجہؓ نے کہا کہ ہرگز نہیں- خدا کی قسم اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی بھی رسوا نہیں کرے گا- آپ صلہ رحمی کرتے ہیں- ناتوانوں کا بوجھ اپنے اوپر لیتے ہیں- محتاجوں کے لئے کماتے ہیں- مہمان کی مہمان نوازی کرتے ہیں- اور حق کی راہ میں مصیبتیں اٹھاتے ہیں- پھر حضرت خدیجہؓ آپ کو لیکر ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبدالعزیٰ کے پاس لے گئیں- جو حضرت خدیجہؓ کے چچازاد بھائی تھے...............الخ

قرآنِ کریم قیامت تک کی پوری نوعِ انسانی کے لیے مکمل ہدایت ہے-

افغیر الله ابتغی حکما وهوا لذی انزل الیکم الکتب مفصلا ۶/۱۱۴-اے رسول کہہ دیجیے گا! کیا میں اللہ کے سوا کوئی اور حاکم تلاش کروں حالانکہ اس لئے اپنا حکم نامہ تمہاری طرف ایک مفصل کتاب کی صورت میں نازل کر دیا ہے- ونزلنا علیک الکتب تبیا نالکل شی وهدی ورحمة وبشری للمسلمین ۱۶/۸۹ - اے رسول! ہم نے آپ پر اپنی کتاب نازل فرمائی ہے جو ہر چیز کھول کھول کر بیان کرنے والی ہے اور فرمانبرداروں کے لئے ہدایت و رحمت اور بشارت ہے-

اولم یکفهم انا انزلنا علیک الکتب یتلی علیهم ان فی ذلک لرحمة

وذکری لقوم یومنون ۵۱/۲۹-اور اے رسول! کیا لوگوں کے لئے یہ کافی نہیں کہ ہم نے آپ پر اپنی کتاب نازل کردی ہے جو ان پر پڑھی جاتی ہے بے شک اس میں ماننے والوں کے لئے رحمت اور نصیحت موجود ہے-

آیات بالا میں صراحتاً بتا دیا گیا ہے کہ قرآنِ کریم مکمل تبیان' ہدایت' رحمت' بشارت' نصیحت اور کافی ہونے کے ساتھ ساتھ قیامت تک کے لوگوں کے لئے ضابطہ حیات بھی یہی ہے- جب تک آنحضور بنفس نفیس زندہ رہے لوگوں کو صرف اس قرآن کے ساتھ ہی ان کے فرائض منصبی سے آگاہ کرتے رہے- اور آپ کے بعد ہر اس مبلغ پر قرآن ہی کے ساتھ لوگوں کو ان کے فرائض سے آگاہ کرنا فرض ٹھہرایا گیا ہے جس تک یہ پہنچا رہے- اب چونکہ اس کی حفاظت کو خود خدا تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے رکھا ہے انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحفظون ۵ اس لیے یہ امر ممکن ہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں قرآنِ کریم مرورِ زمانہ کے ہاتھوں ضائع یا گم ہو جائے پس ظاہر ہے کہ یہ قیامت تک کے لئے اسی طرح محفوظ رہے گا- جس طرح چودہ سو سال سے آج تک محفوظ ہے کہ مخالف قومیں اس کی زیر زبر تک کو نہ ضائع کر سکی ہیں اور نہ ان میں کوئی معمولی سی تبدیلی لا سکی ہے-

باقی انبیاء اپنی اپنی قوم کی طرف مبعوث کئے گئے تھے لیکن صاحب قرآن کو پوری نوعِ انسانی کی طرف بھیجا گیا تھا-

ولقد ارسلنا نوحا الی قومه ۵۹/۷ بلاشبہ ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف (رسول بنا کر) بھیجا-

والی ثمود اخاهم صلحا ۷۳/۷ اور قوم ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا-

والی مدین اخاهم شعیبا ۸۵/۷- اور اہل مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا-

ثم بعثنا من بعدهم موسی با اتینا الی فرعون و ملائه-

پھر ان کے بعد ہم نے موسیٰ کو اپنی آیتوں کے ساتھ فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف

مبعوث فرمایا۔

واذقال عیسی ابن مریم یبنی اسرائیل انی رسول الله الیکم ۶۱/۶ - اور وقت قابل ذکر ہے جب مریمؑ کے بیٹے عیسیٰؑ نے بنی اسرائیل کو کہا کہ میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہو کر آیا ہوں۔

آیات بالا میں میں متعدد انبیاء سلام علیہم کے اسماء گرامی بیان کر کے واضح کیا گیا ہے کہ وہ اپنی قوم کی طرف بھیجے گئے تھے۔

لیکن آنحضور سلام علیہ کے متعلق خود ارشاد باری ہے:

قل یا یها الناس انی رسول الله الیکم جمیعا ۱۵۸/۷-اے رسول! کہہ دیجئے گا کہ اے نوع انسانی میں تم سب کی طرف سے اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

اس آیت مجیدہ سے بالصراحت ثابت ہے کہ آنحضور سلام علیہم پوری نوع انسانی کے رسول تھے۔ تو اس طرح جو کتاب آپ کو دی گئی تھی۔ یعنی جس کتاب کے آپ رسول تھے اور جس کتاب کا بلاغ آپ کا فریضہ رسالت تھا وہ کتاب خود پوری نوع انسانی کے لئے خدا تعالیٰ کا نازل کردہ ہدایت نامہ اور مکمل ضابطہ حیات ہے۔

آنحضور خاتم النبین تھے آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پرانا۔

اب چونکہ قرآن کریم قیامت تک کی نوع انسانی کے لئے مکمل ضابطہ حیات اور کامل واکمل ہدایت نامہ ہے۔ نیز چونکہ رسول مقبول سلام علیہ قیامت تک نوع انسانی کے لئے رسول تھے اس لئے خدا تعالیٰ نے قرآن کریم کی حفاظت اپنے ذمہ لے کر ۹/۱۵ آئندہ کے لئے نبیوں کا سلسلہ بند کر دیا ہے:

ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول الله وخاتم النبین ۳۳/۴۰۔ محمد تمہارے مردوں سے کسی کے باپ نہیں۔ اور لیکن (وہ اس جہت سے پوری امت کے دینی باپ ہیں کہ) وہ اللہ کے رسولوں اور نبیوں کو ختم کرنے والے ہیں اس آیت مجیدہ کی رو سے ثابت ہے کہ آپ کے بعد آپ کی کتاب کو قیامت تک کے لئے محفوظ کر کے نبیوں کی آمد کا سلسلہ بند کر دیا گیا ہے۔ پس اب کوئی بھی نبی نہیں آئے گا۔ نیا اس لئے نہیں کہ ضابطہ خداوندی میں اس سلسلہ کو

بند کر دیا گیا ہے۔اور پرانا اس لئے نہیں کہ پرانے نبیوں سے نہ کوئی زندہ ہے نہ آئے گا۔ سب وفات پاچکے ہیں:

ما المسیح ابن مریم الا رسول قد خلت من قبله الرسل ۵/۷۵۔نہیں ہیں مریم کے بیٹے مسیح مگر ایک رسول آپ سے پہلے سب رسول گزر چکے ہیں۔

ان آیات کریمات کے تقابل سے ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح مسیح سلام علیہ سے پہلے جملہ رسولوں کے متعلق کہا گیا ہے۔ **قد خلت من قبله الرسل** ۔اسی طرح آنحضور سلام علیہ کے متعلق ارشاد ہوا **قد خلت من قبله الرسل** ۔تو اب جس طرح قد خلت کی خداوندی خبر کے مطابق حضرت مسیح سے پہلے رسولوں میں سے کوئی زندہ نہیں' اسی طرح آنحضور سے پہلے رسولوں میں سے بھی بمعہ مسیح سلام علیہ نہ کوئی زندہ ہے اور نہ کوئی آئے گا۔حضرت مسیح کے متعلق روایات کی یہ خبر کہ آپ دوسرے یا چوتھے آسمان پر زندہ ہیں اور نازل ہونگے آیات بالا کے خلاف ہے۔

۳۳/۱۴۔ آنحضور سلامٌ علیہ ہدایت کے متلاشی تھے' قرآنِ کریم' معاشرہ کے دکھوں کا مداوا ہے۔

سورہ والضحیٰ میں ارشاد ہوا ہے: **ووجدک ضالا فهدی** ۷/۹۳۔اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو تلاش ہدایت میں سرگرداں پایا' پس آپ کی ہدایت فرمائی اس آیت کی تفسیر کے لئے زمانہ رسالت سے ماقبل زمانہ جہالت کو نگاہوں کے سامنے لایئے۔ جب ہر طرف ظلم واستبداد کے اندھیروں نے پوری کائنات کو یکسر تاریک کر رکھا تھا۔ جب زیردست انسان بالادستوں کے ظلم وستم کی چکی میں شبانہ روز پس رہے تھے اور کوئی دل ان کی بے پناہ مظلومیت کے لئے پسیج نہ پاتا تھا۔ بے گناہ چھوٹی بچیوں کو گڑھا کھود کر زندہ دبا دیا جاتا۔لیکن کوئی آنکھ ان ناکردہ گناہ مظلوموں کے لئے ایک آنسو تک نہیں بہاتی تھی۔ نہ سفر محفوظ نہ حضر مامون۔ نہ عزت محفوظ تھی نہ عصمت مصون۔ پوری دنیا کی زیر دست انسانیت بالادستوں کی زرخرید ملکیت بنی ہوئی تھی۔نوع انسانی کی خرید وفروخت کے لئے سرِ بازار منڈیاں لگائی جاتی تھیں۔اور اس افضل ترین نوع کے مرد وعورتیں بھیڑ بکریوں کی طرح دن دہاڑے پکارتے تھے ہر خریدار منڈی کی اس جنس مرد وعورت کو خریدنے

سے پہلے اس طرح کھینچ داب اور مسل د مسل کر پرکھتا ہوا پایا جاتا جس طرح بھیڑ بکری کے ایک ایک عضو کے متعلق تسلی کی جاتی ہے عورت کا معاشرہ میں کوئی مقام ہی نہ تھا۔ متوفی کے مال متروکہ کی طرح عورت بھی وراثت کا مال ہی سمجھا جاتا تھا۔ جنسی بے راہ روی کی یہ حالت کہ لونڈیاں آپس میں چند دنوں کے لئے رعایتاً بھی دی جایا کرتی تھیں۔

اس انتہائی ظلم وظلمت کے زمانے میں ایک فردِ محترم پیدا ہوئے جن کا خاندانی نام رکھا گیا احمد ۶۱/۶۔

لیکن یہ احمد (اللہ کی بے حد تعریف کرنے والا) اس بے پناہ ظلم و تاریکی کے زمانے میں گونا گوں خوبیوں، صداقتوں اور راستبازیوں کے بدولت تھوڑے ہی عرصے میں محمد ہو گیا (حمد در حمد کیا ہوا) ہر چہار طرف سے اس مرد کامل کی تعریفوں کے پل بندھ گئے اور حالت یہ ہو گئی کہ آپ کو اس بدترین معاشرہ میں محمد کے نام سے پکارا جانے لگا۔ آپ کی تعریفیں ہو رہی ہیں۔ ہر مقام پر آپ کی عزت کی جاتی ہے۔ ہر معاملے میں آپ کو حاکم و منصف مانا جاتا ہے۔ صادق و امین کے بہترین القاب آپ کے لئے مختص کر دیئے گئے ہیں۔ لیکن آپ خوش نہیں تھے یعنی ان گونا گوں سعادتوں کے باوجود غمگین رہتے تھے۔

کیوں؟ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔اس لئے آپ صرف اپنے لئے عزت و وقار کے متمنی نہیں تھے۔ بلکہ پوری نوع انسانی کو بالکل مساوی انداز میں باعزت و باوقار دیکھنا چاہتے تھے آپ دکھی انسانیت کے مداوا کے طلب گار تھے۔ آپ نوع انسانی کے ان افراد کو جو منڈی کی جنس بن کر سرِ بازار بکا کرتے تھے انکا اصلی مقام دلانا چاہتے تھے صنفِ نازک کے کھوئے ہوئے وقار کی واپسی کے متمنی تھے۔ زندہ دبائی جانے والی لڑکیوں کے جینے کا حق دلانے کے لئے مغموم و مضطرب رہتے تھے۔ مزدور کے گاڑھے پسینے کی کمائی پر سے سرمایہ دار کا غاصبانہ حق زائل کر کے مزدور اور اس کے بیگناہ بچوں کے لبوں کو بھی تبسم آشنا دیکھنے کے طلب گار تھے۔ اعلیٰ و ادنیٰ، عربی و عجمی، قریشی و غیر قریشی، ہاشمی و اموی، کالا گورا، اسود و احمر، مزدور سرمایہ دار، مالک و مزارع، آقا و غلام اور بندہ و صاحب کے جملہ انسانیت سوز امتیازات کو یک قلم موقوف کر کے پوری کی پوری نوع انسانی کے ایک ایک فرد کو صرف اور صرف نوع انسانی کے ہموار اور فرحت افزا مقام پر فائز دیکھنا چاہتے تھے جہاں ہر

طرف مسرتیں رقص کرتی دکھائی دیں۔ اور پورے معاشرے کے ایک ایک فرد کی لبوں پر ہر آن ایک جیسی مسکراہٹیں کھیلتی ہوئی پائی جائیں۔

آپ کو ان حسین تمناؤں اور جنت بدوش حسرتوں کی تکمیل کے لئے ایک لازوال رہنمائی کی ضرورت تھی۔ اسی ہدایت کے لئے آپ حیران وسرگردان تھے کہ ایک ایسی تحریک کا آغاز کیا جائے جس کا انجام مذکورہ بالا تمناؤں کی فردوسِ مشہود ہو۔ آپ اپنے گردوپیش کے انسانوں کو ایک منشور بطور بنیاد دینا چاہتے تھے جس پر دکھیا انسانیت کے مداوا کی عمارت اٹھائی جائے۔ چنانچہ رحمتِ باری جوش میں آئی اور آپ پر نزولِ وحی کی ابتدا ہوئی یہ رمضان کا مہینہ تھا۔ ۲/۱۸۵ رات کا وقت مکمل تنہائی اور سکوت ۱/ ۱۷ ؛بستی سے باہر مسجد اور باغ/ ۱۷+ ۱۵/۵۳۔ بہار کا موسم ۱۶/۵۳' جب ہر طرف نئی جوانی کا آغاز ہوتا ہے مردہ دلوں میں بھی نئی زندگی کی لہریں دوڑتی ہیں۔ ایسے پر فضا مقام اور سہانے وقت میں اس طلب گارِ ہدایت کو جو مذکورہ بالا فردوسِ نگاہ و گوش تمناؤں اور حسرتوں کی تکمیل کے لئے ایک عظیم الشان مہم کی ابتدا کرنا چاہتا تھا باری تعالیٰ نے خود اسی اندازِ تکلم میں یعنی اسی کو متکلم بنا کر ارشاد فرمایا (اے غم خوارِ انسانیت) اللہ صاحب بخشش عامہ اور رحمتِ خاصہ کے نام کے ساتھ اقرار واعلان فرمایئے: الحمد الله پوری کی پوری حمد وستائش اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ جو جملہ جہانوں کی جملہ مخلوق کا رب' روزی رساں سب کے لئے یکساں طور پر سامانِ ربوبیت مہیا کرنے والا ہے۔ حقوقِ ربوبیت کے لحاظ سے اس کے ہاں نوعِ انسانی کے ایک ایک فرد کا حق ربوبیت مسلم ہے۔ وہ رب العلمین ہے صرف رب المترفین یا رب المسلمین نہیں وہ سب کا رب ہے: الحمد الله رب العلمین ۞ ۱/۱

رسول اکرم! قبل نبوت کے پر اضطراب دور میں جب دکھی انسانیت کے مداوا کی تلاش میں طلب گار ہدایت تھے' اس وقت آپ یہ نہیں جانتے تھے کہ مجھ پر کتاب اترنے والی ہے وما کنت ترجوا ان یلقی الیک الکتب الا رحمة من ربک ۲۸/۸۶۔ چنانچہ عالمین کے پروردگار نے طلب گار ہدایت کو ہی متکلم بنا کر آپ ہی کی زبانِ فیض ترجمان سے گوہر افشانی فرماتے ہوئے کتابِ مجید کی افتتاحی سورت مجیدہ نازل فرمائی۔ جو آنحضرت کی حسین آرزوؤں اور مسرت بدوش حسرتوں کا آئینہ بھی ہے ۷/۹۳۔ قرآنِ کریم کی فہرست بھی ہے۔ پورے قرآن میں

دہرائے ہوئے سات عنوانات پر مشتمل بھی ہے۔ ۸۷/۱۵۔ اور اس مبارک تحریک کا سات نکاتی نکاتی منشور بھی ہے جس تحریک کا افتتاح آپ نے نوع انسانی کو اس کے گوناگوں مصائب ومشکلات سے نجات دلانے کے لئے قرآن کریم کے نزولِ اول کے ساتھ ہی خدا تعالیٰ کی طرف سے ابتدائی ہدایات اور نوع انسانی کے تمام احکامات اور قوم کے سوالوں کے ضروری جوابات مل چکنے کے فوراً بعد فرمایا۔ اور سورہ فاتحہ کے سات عنوانات' اور اپنے سات نکاتی منشور کے اعلان ہی میں' قوم پر واضح کر دیا کہ آپ کیا لے کر آئے ہیں۔ کس بحرِ عمیق کے شناور اور کس میدان کے شاہسوار ہیں۔ آپ کی مقدس تحریک کی ابتدا کیا ہے اور انتہا کیا ہوگی۔

المختصر! سورہ فاتحہ پورے قرآن کریم کا نچوڑ' پورے قرآن کا اجمال ہے پورا قرآن اس اجمال کی تفصیل ہے سورہ بقر کی ابتدائی بیس آیتوں میں آنحضور سلام علیہ کو ہدایات دی گئی ہیں آپ کی پاکیزہ مہم اور مبارک تحریک کے سلسلے میں آپ کو تین قسم کے لوگوں کے ساتھ واسطہ پڑے گا۔

۱۔ مومن ۲۔ کافر ۳۔ منافق

مومن وہ ہونگے' جو آپ پر' قرآنِ کریم پر سابقہ کتابوں اور آخرت پر ایمان لائیں گے۔ نظام ربوبیت کے قیام میں آپ کا ساتھ دیں گے۔ اور اس کے لئے اپنے مال خرچ کریں گے ۳۔۴/۲

کافر وہ ہونگے جو آپ کی نبوت کا' قرآنِ کریم اور آخرت کا مطلقاً انکار کر دیں گے۔ انہیں سمجھانا یا نہ سمجھانا برابر ہوگا۔ ان کے ذہنوں اور کانوں پر نہ سننے اور نہ سمجھنے کی مہر ہوگی۔ اور ان کی آنکھوں پر باپ دادا کی تقلید کے پردے پڑے ہوئے ہوں گے۔ ۶۔۷/۲ وہ ایمان لانے والے نہیں ہوں گے۔ ان کے ساتھ مغز ماری نہ فرمایئے گا۔

منافق وہ ہونگے جو زبان سے ایمان کا اقرار کریں گے۔ لیکن دراصل مومن نہیں ہوں گے۔ وہ در پردہ کافروں کے ساتھ ملے ہوں گے۔ آپ کے پاس آئیں گے تو ایمان کا اظہار کریں گے۔ اور جب اپنے خلوت نشین پیشواؤں کے پاس جائیں گے تو ان سے کہیں گے کہ ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ مومنوں سے تو ہم محض مذاق کرنے جاتے ہیں۔ ۸تا۱۴/۲۔ یعنی ایسے لوگوں کے متعلق آنحضور سلام علیہ کو ہدایت دی گئی ہے کہ ایسے لوگ انتہائی خطرناک ہوں گے۔

ان سے پوری طرح بچ کر رہنا ہوگا۔

اس طرح پہلی بیس آیتوں میں مذکورہ بالا تینوں قسم کے لوگوں کے متعلق مختصر ہدایات دے چکنے کے بعد آیت نمبر ۲۱۔۲۲ میں پوری نوعِ انسانی کی طرف قرآنِ کریم کا پہلا خطاب ہے:

یایھاالناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم لعلکم تتقون ٥ الذی جعل لکم الارض فراشا والسماء بناء وانزل من السماء ماء فاخرج بہ من الثمرات رزقا لکم فلا تجعلوا اللہ انداداوانتم تعلمون٥

(مفہوم) اے پوری نوعِ انسانی! اپنے پروردگار کی عبودیت (فرمانبرداری) کرو' جو تمہارا بھی رب ہے اور ان لوگوں کا بھی رب ہے جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں۔ (یہ خالصاً رب تعالیٰ کی فرمانبرداری کا حکم اس لئے دیا گیا ہے) تا کہ تم زندگی کی جملہ مشکلات اور معاشرہ کے ہر قسم کے خطرات ومصائب سے بچ جاؤ۔ تمہارا رب وہ جس نے تم سب کے سب کے لئے زمین کو فرش اور آسمان کو بناء (ربوبیت) بنایا ہے۔ یعنی وہ بلندی سے پانی نازل کرتا ہے پھر اس پانی کے ساتھ تم سب کے سب کے لئے ہر قسم کے میوہ جات پیدا کرتا ہے پس تم اللہ کے لئے (اس کی ربوبیت میں) غیر اللہ کو شریک نہ ٹھہراتا۔ کیونکہ (کائنات اور اسبابِ ربوبیت میں غیر اللہ کی عدم شرکت اس طرح نمایاں ہے کہ اس حقیقت کو) تم سب جانتے ہو۔

اس کے بعد آیت نمبر ۲۳ تا ۲۸' معترضہ جملے ہیں۔ اور آیت نمبر ۲۹ میں ربوبیتِ عالمینی الحمد اللہ رب العلمین ۱/۱ کا تائیدی اور تاکیدی اعلان ہے:

ھو الذی خلق لکم مافی الارض جمیعا ۲/۲۹

(مفہوم) اے نوعِ انسانی! اللہ ہی وہ عظیم الشان ذات ہے جس نے جو کچھ بھی زمین میں پیدا کیا ہے وہ سب کا سب تم سب کے لئے پیدا کیا ہے۔

بالفاظ دیگر:

قرآن کریم ناہموار تقسیم رزق کے جملہ نظاموں کے خلاف ہموار ومتوازن تقسیم رزق کا نظام پیش کرتا ہے اور اسی نقطہ ماسکہ کے گرد اس کی پوری تعلیم گردش کرتی ہے۔

حاصل کلام:

برادران اسلام

یہ ہے زیرِ نظر ترجمہ وتفسیر کا تعارف۔ جوخود قرآنِ کریم کے آئینے میں اس طرح عام فہم انداز میں پیش کیا گیا ہے کہ مشکل الفاظ اور قواعد وگریمر کی مشکل اصطلاحوں سے عمداً پرہیز کر کے آسان اصطلاحیں پیش کی گئی ہیں۔تا کہ کم علم اصحاب بھی سمجھ سکیں۔اس پورے مضمون کا خلاصہ یہ ہے:

☆ قرآنِ کریم کا ترجمہ اور تفسیر قرآن فہمی کے ان اصولوں پر مبنی ہے۔جوخود قرآنِ کریم نے پیش کیے ہیں۔

☆ پوری تفسیر کا محوری نقطہ' قرآنِ کریم کے ابتدائی اور انتہائی اعلان' الحمدالله رب العلمین○ ۱/۱اور قل اعوذ برب الناس ۱/۱۱۴کے مطابق ربوبیت عالمینی ہے۔

یادرہے کہ خودقرآنی تعلیم کی روشنی میں۔

قرآنِ کریم کی غرضِ نزول یہ ہے:

قرآن کریم کے نزول کی غرض یہ ہے

کہ پورے کرہ ارض پر پوری نوعِ انسانی کا ایک عالم گیر ہموار ومتوازن نظامِ ربوبیت عامہ قائم ہو۔نسلی' لسانی' جغرافیائی' امیر وغریب' مالک وملازم' زمیندار ومزارع' کارخانہ دار ومزدور کے جملہ امتیازات ختم ہو جائیں اور پوری زمین الحمدالله رب العلمین کی عملی تفسیر بن جائے۔ جس میں:

☆ نہ کوئی بھوکا ہو نہ ننگا ☆ نہ بے مکان ہو نہ بے علاج۔

☆ نہ کوئی ساہوکار ہو نہ قرضدار ☆ نہ کوئی کرایہ خواہ ہو نہ کرایہ دار۔

ہر فردِ انسانی' ضروریاتِ زندگی سے سوفیصد بہرہ یاب ہو پورا کرہ ارض ایک گھر بن جائے اور پوری نوعِ انسانی ایک کنبہ۔

☆ نہ کہیں توپیں اور ٹینک آگ اگلتے ہوئے پائے جائیں۔

☆ نہ کہیں نیپام بموں کا خوف ہو، نہ ہائیڈروجن اور ایٹم بموں کا خطرہ۔

پس زیر نظر ترجمہ و تفسیر کے اس تعارف، اور قرآن کریم کے محوری نقطہ ربوبیت عامہ کو نگاہ میں رکھئے اور اب اللہ کا نام لے کر سورہ فاتحہ کا ترجمہ و تفسیر ملاحظہ فرمایئے۔

ربنا لا توء اخذنا ان نسینا او اخطانا ۲/۲۸۶

رب اعوذبک من همزت الشیطن ٥
واعوذبک رب ان یحضرون ٥ ۲۳/۹۸.۹۷